© rasailojaraid.com

اقبال اور تصور وطنیت

ڈاکٹر محمد رضوان*

احسن علی**

Abstract

The modern concept of nationalism depicts a bond of consciousness and affection between the people for a certain piece of land, language or race etc. however, territorial and secular concept of nationalism is completely different from the Islamic concept. By the following the same ideology , Iqbal , a staunch advocate of a separate Muslim state, not only rejected the territorial nationalism but also advocated the concept of Ummah as the deriving sources of national identity. He believed that every individual who came into the auspice of Islam becomes a citizen of an Islamic Ummah irrespective of his color, creed or caste etc. Present study will strive to define and analyze Iqbal's thought about nationalism according to which the presence of western concept of nationalism among the Muslim states is a biggest threat to their common identity.

Keywords: Iqbal, Indian Nationalism, Secular ideology, Ummah, Common identity, Muslims

اقبال نے جس وقت شعوری آ نکھ کھولی تب ہندوستان پر انگریز کلی طور پر حکمران تھے۔ مسلمانوں کی حکومت چھن چکی تھی اور انکی حالت انتہائی زوال پزیر تھی۔ انگریزوں کی آمد کے وقت مسلمان چونکہ حکومت میں تھے اور اس وجہ سے انگریز مسلمانوں کوا پنا دشمن

---

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ مطالعہ پاکستان، ایبٹ آباد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی۔

** ایم فل سکالر، شعبہ مطالعہ پاکستان، ایبٹ آباد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سمجھتے تھے اور ان کی مذہبی، تہذیبی، سیاسی اور معاشرتی طور پر ختم کرنا چاہتے تھے۔ اپنی شناخت برقرار رکھنے کے لیے مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ مل کر جنگ آزادی لڑی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔اس صورت میں ان کے تشخص کو برقرار رکھنے کے لئے مختلف تحریکیں شروع ہوئیں، جن کی قیادت مختلف نظریات رکھنے والے افراد کر رہے تھے۔ ایک طرف سر سید احمد خان تھے تودوسری طرف علماء دیوبند تھے۔علماء کے خیا ل میں انگریزی تعلیم کا حصول غلط تھا۔ جبکہ سر سید اسکو وقت کا تقاضہ سمجھتے تھے۔ گویا مسلمانوں کی قیادت فکری انتشار کا شکار تھی اس صورت حال میں ایک ایسی قیادت کی ضرورت تھی جو اسلامیان میں مذہبی، فکری اور سیاسی شعور پیدا کرے سکے۔ اقبال اس صورتحال پر فکر مند تھے، تاریخ اور اس دور کے حالات کا مطالعہ کرتے ہوئے وہ اسے نتیجہ پر پہنچے کہ مسلمانوں کو آزادی حاصل کرنے کے لئے ایک نئی فکر کی ضرورت ہےجسکی بنیاد مذہب ہو۔

اگرچہ سر سید احمد خان جو مسلمانوں کو مغربی تہذیب کا درس دیتے ہوئے مسلمانوں کو انگریز کے ساتھ چلنے پر زور دیتے تھے۔ ایم اے او کالج علی گڑھ کے ذریعے اپنا کردار نبھایا تا ہم دوسری طرف مسلمانوں کی تہذیبی روایات کو زندہ رکھنے کی غرض سے شبلی نعمانی نے ندواۃالعماء قائم کیا جو خالصتاً مذہبی افکار کی پیروی کرتا تھا۔ لیکن جس جذبے اور رہنمائی کی ضرورت تھی وہ شاید مسلمانوں کو میسر نہ ہو سکی۔ کیونکہ دونوں مکاتب فکر اپنی اپنی جگہ تو ٹھیک تھے لیکن باہمی اختلاف نے انکی صفیں کمزور کر دیں۔ علماء چاہتے تھے کہ مسلمان انگریزی تعلیم کو اختیار نہ کریں اور چونکہ انگریزوں نے مسلمانوں سے دھوکے کے ساتھ حکومت چھینی تھی، لہذا انگریزوں کی طرف سے آنے والی کوئی بھی چیز مسلمانوں کے لئے کسی طور جائز نہیں۔ ان کے خیال میں مسلمان صرف مذہبی طریقہ کار اختیار کر کے ہی کامیابی حاصل کر سکتے تھے جبکہ سر سید مغربی تعلیم کو حصول آزادی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اگرچہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے ان دو مکاتب فکر کے درمیان خلیج بڑھتی گئی ان دو تحریکوں نے مسلمانوں کو آزادی کے لئے تحریک تو کیا لیکن جس اتحاد اور یگانگت کی ضرورت تھی وہ مسلمانوں میں پیدا نہ کر سکیں۔

دوسری کئی مسلمان زعماء کی طرح شاعر مشرق علامہ اقبال بھی مسلمانوں کی اس حالت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زار سے بہت فکر مند تھے، انہوں نے گہرائی کے ساتھ مسلمانوں کی تاریخ اور موجودہ حالات کا مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ اب مسلمانوں کو آزادی کرنے کے لئے ایک نئ فکر کی ضرورت ہے۔ یہی وہ فکرتھی جس کی بنیاد مذہب پر رکھی گئی اور جس کی بدولت مسلمان اپنے سیاسی، اور معاشرتی اور ثقافتی مسائل کو حل کر سکتے تھے۔ علامہ صاحب نے اپنی شاعری اور نثر سے مسلمانوں کو آزادی کی تحریک دی اور حالات کو دیکھتے ہوئے ایک ایسا حل پیش کیا جو صرف برصغیر کے مسلمانوں کے لئے بلکہ پوری امت مسلمہ کے لئے بھی تھا۔ علامہ کے اس انمول کام کو آج بھی امت مسلمہ رہنمائی کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جس میں مسلمان قرآ ن اور سنت کے مطابق اپنی سیاسی، معاشرتی، معاشی اور ثقافتی زندگی گزار سکیں۔ اقبال چاہتے تھے کہ یہ ریاست نظریہ اسلام پر بنے جو کہ مدینہ کی طرح ایک مثال ہو۔

تصور اقبال اور ہندوستانی قومیت

تہذیبی اعتبار سے مسلمانوں کا تشخص ہندؤں سے جداگانہ تھا، ان دونوں قوموں کے افکار و عقائد اور طرز معاشرت ایک دوسرے سے مختلف تھے صدیو ں تک دونوں اکھٹے رہنے کے باوجود ایک دوسرے میں ضم نہ ہو سکے۔ انگریزوں نے ہندؤ ں کو برصغیر پر راج کرنے کا ایک بہترین نسخہ اکثریتی حکومت کا اصول عطا کیا یعنی حکومت اس کی ہو جسکی اکثریت ہے۔ مغربی جمہوریت کے اس اصول کے تحت ہندوستا ن میں ہندو حکومت حاصل کر کے مسلمانوں پر مستقل غلبہ حاصل کر سکتے تھے ۔سر سید احمد خان وہ پہلے مسلمان قائد تھے جنھوں نے اکثریتی حکومت کے مضمرات کو بھانپا اور مسلمانوں کی سیاسی قومیت کی داغ بیل ڈالی۔ تاکہ وہ متحد ہندوستانی قومیت کی تحویل میں آ کر ہندو اکثریت کی دائمی غلامی سے بچیں۔ سر سید نے لکھنؤ میں ہونے والے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے دوسرے اجلاس میں پہلی مرتبہ کانگرس کے خلاف ایک نہایت مفصل تقریر کی اور اکثریتی حکومت کی خرابیا ں گنوائیں۔[۱]

دوسرے کئی مسلمان زعماء بشمول قائد اعظم محمد علی جناح کے متحدہ قومیت کے اس اصول کو اقبال نے بھی اپنایا اور 1905 سے قبل وہ بھی قوم پرست رہنما کے طور پر ابھرے۔ ان کی یہ محبت حب الوطنی سے بڑ ھ کر وطن پرستی کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ انہیں اس زمانے میں ہندوستان کی ہر چیز سے محبت تھی، جسکا ثبوت انکی دو نظمیں ''ہمالہ'' اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترانہ ہندی "ہیں۔ ان میں وہ مادر وطن کی محبت میں کچھ اس رطب السان ہیں،

امتحان دیدہ ظاہر میں کوہستان تو
پاسبان اپنا ہے تو، دیوار ہندوستان ہے تو۲

اسی طرح وہ ترانہ ہندی میں وہ اپنے ملک کو ایک خوبصورت گلستان سے تشبیہہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
پاسبان اپنا ہے تو، دیوار ہندوستان ہمارا۳

اس وقت علامہ اقبال دوسرے کئی مسلمان رہنماؤ ں کی طرح وطن کو نشان وحدت خیال کرتے تھے اور کسی قسم کے بھی معاشرتی، مذہبی اور فرقہ وارانہ اختلافات کو درخوراعتنا نہیں سمجھتے تھے اور انکا خیال تھا کہ مذہب اختلافات کا درس نہیں دیتا۔ ہم ہندوستانی ہیں اور ہمیں اس ملک کی فلاح و بہبود کے لئے مل کر کام کرنا چاہیے۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم، وطن ہے ہندوستان ہمارا۴

''نیا شوالہ "میں وہ ہندو مسلم اتحاد کے لئے کوشاں نظر ہیں اور دونوں اقوام کو مادر وطن کی اساس پر ایک قومیت کے رشتے میں باندھنا چاہتے ہیں۔

ہندوستان لکھ دیں ماتھے پہ اس ضم کے
بھولے ہوئے ترانے دنیا کو پھر سنا دیں۵

اس ضمن میں وہ وطن سے غداری کو بہت برابلکہ ایک گنا ہ سمجھتے تھے وہ کہتے ہیں،

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگ آدم، ننگ دیں، ننگ وطن۶

اس با ت میں کوئی دو رائے نہیں کہ 1905 تک علامہ اقبال بھی کئی دوسرے مسلمان رہنماؤں کی طرح ہندؤ مسلم اتحاد اور قومیت کے قائل تھے اور انکی اکثر نظمیں ملک گیر شہرت حاصل کر چکی تھیں۔ تا ہم اسی سال جب انہوں نے یورپ کا سفر کیا تو یہ سفر وسیلہ ظفر بنا۔ جس نے انہیں زند ہ جاوید کر دیا۔ یورپ میں انہوں نے جغرافیائی، نسلی اور لسانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قومیت کے تاریک پہلوؤ ں کا بغور مطالعہ کیا توان پر ہندوؤں کے پوشیدہ عزائم آشکار ہوئے۔ متحدہ قومیت کے اصول کی جگہ اب مسلم ریاست کی داغ بیل ان کے افکار میں واضع طور پر جھلکنے لگی۔ ایک ایسی ریاست جو بلاشبہ ہندوستانی مسلمانوں کی ہو لیکن امت مسلمہ کا ایک جزو بھی ہو۔

اقبال کا تصور وطن

قومیت کے اسی تناظر میں اقبال نے پروفیسر میک ٹیگرٹ اور پروفیسر آرنلڈ کی راہنمائی میں اپنے نظریات میں مزید نکھار پیدا۔ اب ان کے خیال میں فرقہ واریت کی طر ح وطنیت اور قومیت کا بت بھی وحدت امت کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ اقبال کے نزدیک نیشنلزم کا ناسور مغرب میں پروان چڑھا اور کئی مسلمان ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یورپ میں قیام کے دوران مغربی تہذیب کے گہرے مطالعہ کے بعد انہوں نے جب یورپی قومیت کا پورے طریقے سے تجزیہ کیا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ قومیت ایک سیاسی نظام کی حیثیت سے غیر انسانی نظام ہے۔ انہوں نے اس کے عملی نتائج دیکھے تو انہیں یہ خدشہ ہوا کہ یہ جذبہ اسلامی ممالک کے لئے نہایت خطرناک ہے۔

یورپ کے بعد اب تاریک رات کسی نہ کسی صورت میں تمام عالم کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی۔ کہیں ذات پرستی کا سیل بیکراں انسانی قدروں بہالے جارہا تھا اور کہیں نسل پرستی کا زہر جڑیں کاٹ رہا تھا۔ کہیں رنگ وروپ کا طوفان سارے عالم کی بنیادیں مسما ر کر رہا تھا۔ لیکن امت کی وحدت کا پیغام اقبال کے شعر و نثر میں جا بجا ہماری رہنمائی کے لئے موجود تھا اور جس کو علامہ اقبال کے افکار میں مرکزی مقام حاصل تھا۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ قومیت ایک ذہنی کیفیت کا نام یا اسے ایک نفسیاتی تصور کا نام دے دیجیے۔ فرانسی انقلاب کے بعد جن دو نظریات نے تیزی سے فروغ پایا وہ جمہوریت اور قومیت کے نظریات ہیں۔

علامہ اقبال قوم اور ملت کے درمیان فرق پیش کرتے ہیں ان کے نزدیک قوم لوگوں کا وہ گروہ ہے جسکی تشکیل قبائل،نسل، زبان یا علاقے کے خطوط پر ہوتی ہے۔ جبکہ ملت کی اساس اسلامی نظریے پر ہے۔ یہ ایک ایسی اساس ہے جس نے مختلف گروہوں کو ایک جسم و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روح میں تبدیل کردیا۔ جس کی بنیاد توحید پر ہے جو کہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔

کسی بھی فرد کے لئے کہ جب وہ اسلام کے دائرے میں آ جاتا ہے اس کے بعد اسکا اسکی جائے پیدائش سے کوئی تعلق نہیں رہتا، چاہے وہ کسی بھی ملک سے تعلق رکھتا ہو وہ ایک اسلامی ریاست کا شہری ہوتا، چاہے اس کی قومیت، رنگ ونسل کوئی بھی ہو۔ اس سلسلے میں اقبال نبی کریم ﷺ کے ارشادات اپنا محور مانتے ہیں ؛جس کے مطابق سیدنا ابوہریرہ ؓسے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالی نہ تمارے جسموں کو دیکھتا ہے اور نہ ہی تماری صورتوں کو، بلکہ وہ تمارے دلوں کو دیکھتا ہے۔۷

محسن انسانیت، فخر موجودات، امام الانبیاءﷺ نے رنگ ونسل و قومیت کے بارے میں قیامت تک کے لئے منشور اعظم دیتے ہوئے حجۃالوداع کے موقع پر فرمایا : مسلمانوں سن لو کہ تمہارا پروردگار ایک اور باپ ایک ہے یعنی آدم ۔کس عربی کو عجمی پر عجمی کو عربی پر، کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی برتری حاصل نہیں، برتری صرف پرہیز گاری کو ہے۔۸

انہی تعلیمات مقدسی کی بنیاد پر مسلم معاشرے کی بنیاد رکھی گئی جس کی مزید نکھری ہوئی شکل مسلم ریاست کا قیام ہے۔ مسلم ریاست کو ایک نظریاتی ریاست کو اجاگر کر سکتا ہے لیکن اسکے برعکس ایک لادینی ریاست سے مراد ایک گروہ ہوتا ہے جو کسی بھی علاقے پر قابض ہو تا ہے اور سیاسی تنظیم کا مالک ہو تا ہے۔ یہ آزاد ہوتا ہے یا آزاد ہونے کا آرزو مند ہوتا ہے، اس میں نسل، زبان مفادات اور مذہب کا اشتراک ہوتاہے۔ جدید مغربی سیاسی افکار میں وطنیت اور قومیت قریب قریب ہم معنی ہیں۔ اقبا ل نے وطنیت کے جس سیاسی تصور کو رد کیا تھا وہی وجہ مغربی نظریہ قومیت سے ان کی بدظنی کی بنیاد بنی ان کا خیا ل تھا کہ قومیت کی ایک سیاسی نظام کی حیثیت قطاً غیر انسانی اقدار پر مشتمل ہے۔ اقبال نے قومیت کے مغربی تصور میں ملت اسلامیہ کا تصور پیش کی ا جس میں ثابت کیا کہ مسلمانان عالم کے لئے بنیادی نظریات اور اعتقادات کی رو سے ایک وسیع تر ملت کا تصور ہی درست ہے۔ وہ قومیت کے ا س تصور کے خلاف ہیں ؛جس کی بنیاد ''لوگو ہم نے تم کو ایک مرد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ایک نسل زبان یاوطن پر ہو۔ کیونکہ یہ حد بندیاں ایک وسیع انسانی برادری قائم کرنے میں رکاوٹ بنتی ہے۔ جیسا کہ قرآ ن پاک میں ارشاد باری تعالی ہے کہ ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہارے قبیلے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کی پہچان ہو سکے۔۹

جب مسلمان برصغیر ہند میں آئے تو ان کے پاس مذہبی رواداری کی شاندار روایات تھیں۔ چھوت چھات، ذات پات اور اونچ نیچ کے گھور کھ دھندے ان کے لئے نئے تھے۔ مشہور تصنیف ان لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ ملک ہے تو انکا ملک، انسان ہیں تو انکی قوم کے لوگ، بادشاہ ہیں ان کے بادشاہ، دین ہے تو وہ جو انکا مذہب ہے اورعلم کتاب الہند ''میں ابوریحان البیرونی لکھتے ہیں ہے وہ جو انکے پاس ہے۔ اس لئے یہ لوگ بہت تعصب کرتے ہیں جو تھوڑا بہت علم انکے پاس ہے اس کو وہ بہت سمجھتے ہیں اور خود پسندی میں مبتلا ہو کر جاہل رہ جاتے ہیں''۔۱۰

مغل بادشاہوں نے اکثریت میں ہندؤں سے رشتے ناطے کئے اور انکو بڑے بڑے عہدے عطا کئے۔ لیکن یہ سب کرنے کے باوجوہندود اور مسلم کی خلیج پر نہ کرسکی۔ اگرچہ انگریزوں کے خلاف کئی محاز ہندؤ ں اور مسلمانوں نے مل کر سر کئے لیکن اس کے باوجود دونوں بحیثیت مجموعی الگ الگ قومیں رہیں۔ انہی سبھی باتوں کو دیکھ کر جب علامہ اقبال وطن واپس آئے تو انکا نظریہ مکمل طور پر تبدیل ہو چکا تھا۔ پہلے وہ ہندوستانی وطنیت کی بات کرتے تھے لیکن جب آپ واپس آئے تو اسلامی قومیت کے جذبہ کی تشریح اور توضیح کے کام میں مشغول ہو گئے۔ اپنی نظم و نثر سے مسلمانوں کو انکا جداگانہ تشخص اجاگر کرایا۔ مختلف مسلم رہنما ؤ ں کو خطوط لکھے اور اخبارات میں مضامین تحریر کئے ۔آپ نے اپنے اشعار میں وطن پرستی کی مذمت کی۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ مغربی وطنیت کسی بھی علاقہ، زبان، رنگ ونسل کی بنیاد ہے۔ اسی تصور وطنیت اور قوم پرستی کے نتیجہ میں دو عالمی جنگیں برپا ہوہیں اور جس کی وجہ سے یورپ میں بدترین معاشی اور تمدنی زبوں حالی آئی۔ ہیروشیما اور ناگا ساکی پر ایٹم بم گرائے گئے جس سے لاکھوں انسان لقمہ اجل بن گئے۔ اقبال کے نزدیک یہ تصور وطنیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مغرب کی تہذیب کا تراشہ ہو بت ہے جو عالم انسانیت کو لادینیت، دہریت اور اقتصادی لوٹ کھوسٹ کی طرف لے جا رہا ہے۔ اسی تصور وطنیت کی وجہ قومو ں میں رقابت پیدا ہوتی ہے اور سیاست میں بے اصولی پائی جاتی ہے۔ اپنی نظم وطنیت میں علامہ انہی برائیوں کے برے نتائج کا ذکر کرتے ہوئے امت مسلمہ کو اس وطنیت کے بت کو توڑنے کی ہدایت کرتے ہیں۔

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیر ہن اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے
یہ بت کہ تراشیدہ تہذیب نوی ہے
غارت گر کا شانہ دین نبوی ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قو ی ہے
اسلام ترا دیس ہے، تو مصطفوی ہے
نظارہ دیر ینہ زمانے کو دکھا دے
اسے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے
ہو قید مقامی تو نتیجہ ہے تباہی
رہ بحر میں آزاد وطن صورت ماہی
ہے ترک وطن سنت محبوب الٰہی
دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی
اقوام جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے
تسخیر ہے مقصود تجارت تو اسی سے
اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اس سے
قومیت اسلام کے جڑ کٹتی ہے اس سے11

اسی تناظر میں علاہ مزید فرماتے ہیں۔

میں یورپ کے پیش کردہ نیشنلزم کا مخالف ہوں اس لئے کہ مجھے اس تحریک میں مادیت اور الحاد کے جراثیم نظر آ ررہے ہیں اور یہ جراثیم میرے نزدیک دور حاضر کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسانیت کے لئے شدید ترین خطرات کا سر چشمہ ہیں۔ اگرچہ وطن ایک فطری امر یہ، اس لئے انسان کی اخلاقی زندگی کا ایک جز ہے، لیکن جو شے سب سے زیادہ ضروری وہ انسان کا مذہب، اسکا کلچر اور اسکی ملی روایات ہیں، یہی وہ چیزیں ہیں ؛جن کے لئے انسا ن کو زندہ رہنا چاہیے اور جن کی خاطر انہیں اپنی جان قربا ن کرنی چاہیے۔ وہ خطہ زمین جس میں وہ رہتا ہے اور جس کے ساتھ عارضی طور پر اس کی روح وابستہ ہوتی ہے اس لائق نہیں کہ اسے خدا اور مذہب سے بر تر قرار دیا جائے۔۱۲

علامہ اقبال کی شاعری اسی امر کی غماز ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔ اسکا تعلق سیاست و تمدن سے ہو یا معاشرت و معشیت سے فرد سے ہو جماعت سے، سب کا مکمل حل اسی ضابطہ حیات میں موجود ہے۔ اسی وجہ سے رسول انسانیت ﷺ نے نسل پرستی اور نسب پرستی کے امتیازات کو مٹا کر صرف اور صرف خدا پرستی کو باقی رکھا اور اسی بنیاد پر ملت اسلامیہ کی بنیاد رکھی، یعنی کہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بہتر وہی جو سب زیادہ پرہیزگار ہے۔۱۳ صحابی رسول حضرت سلمان فارسی سے کسی نے انکا نسب پوچھا تو انہوں نے جواب دیا سلمان بن اسلام یہ جواب اسلامی روح ے عین مطابق ہے۔ اقبال 1911 میں ایک درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اسلام کا تصور گویا ہمار ا سرمدی وطن یا ملک ہے جس میں ہم جیتے ہیں، نقل و حرکت کرتے ہیں اور وجود رکھتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ تمام اشیا سے اسی طرح اولی ہے جس طرح انگریز کے لئے انگلستا ن اور جرمن کے لئے جرمنی۔۱۴

حقیقت یہ ہے کہ جب مسلمان ملت اسلامیہ کی وسیع برادری میں داخل ہو جاتا ہے تو اسکا وطن اسلام ہوتا ہے اور وہ نسلی اور جغرافیائی قیود سے آزاد ہو جاتا ہے۔

اقبا ل کا تصور ملت

اقبا ل کا تصور ملت تعلیمات قرآن پر مبنی ہے، ارشاد خداوندی ہے:۔

> اور ایسے شخص سے زیادہ اچھا کس کا دین ہو گا، اور جو اپنا رخ اللہ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو، اور وہ ملت ابراہیم علیہ السلام کا اتبا ع کرے جس میں کجی کا نام نہیں۔۱۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح قرآن پاک میں ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے کہ،

آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ اللہ تعالی نے سچ کہہ دیا ہے، کہ تم ملت ابراہیم ﷺ کا اتباع کرو جسم میں زرا کجی نہیں اور مشرک بھی نہ تھے۔[۱۶]

ان آیات مبارکہ میں واضح ہے کہ امت محمدیہ ﷺ کع ملت ابراہیم ؑ کا اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ملت ابرہیم ؑ کی بنیاد رنگ ونسل اور وطنیت کے محدود جغرافیائی تخیل پر قائم نہیں بلکہ دین ابراہیمی پر قائم ہے۔ اس سے یہ بات واضع ہو جاتی ہے کہ ملت کا تصور دین اور شریعت وابستہ ہے نہ کہ خطہ زمین سے۔ اقبا ل کے تصور کا ابتدائی اور انتہائی سلسلہ دو انبیا کرام سے روحانی طور پر منسلک ہے اور وہ دوجلیل القدر انبیا اورکوئی نہیں حضرت ابراہیم ؑ اورحضور سرور کائنات ﷺ کی ذات مقدسہ ہیں۔ خدا کی وحدنیت کا اقرار اور رسول اکرم ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کے بعد اس فرمان رسول ﷺ کو بھی ماننا کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ افراد کے اسی ربط سے ایک عالمگیر ملت وجود میں آ تی جس میں رنگ ونسل اور حسب نسب کی کوئی قیود نہیں۔ اس لئے اقبال فرماتے ہیں:

قلب ما از ہند و روم و شام نیست
مرز زبوم او بجز اسلام نیست[۱۷]

ہر کہ از قید جہالت آزاد شد
چوں فلک در شش جہت آباد شد[۱۸]

اس بات پر بھی بہت سے دانشور وں کا اتفاق ے کہ اقبال وطن پرست نہیں، اسلام نے حب وطن کو ایمان کا تقاضا سمجھتے ہوئے بھی وطن کے لئے بھی اندھی عصبیت اور اس کی پرستش سے روکا ہے۔ اگرچہ ابتدائی دور میں اقبال نے کہا تھا کہ

خاک وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے[۱۹]

لیکن قیام یورپ کے زمانے میں انہوں نے یہ تکلیف دہ مشاہدہ کیا کہ وطن کا مغربی تصور انسانیت کی تذلیل کا با عث ہے۔ انہیں یہ بھی احساس ہوا کہ اسلام نے تو وطن پرستی اور وطنیت کے اس تصور کی نفی کی ہے اور عالمگریت ملت ابراہیمی ؑ کے قیام پر زور دیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ اسی لئے انہوں نے پورے عالم کو انہوں نے مسلمانوں کا وطن قرار دیا ہے۔

مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا۲۰

اسی طرح علامہ اقبال اتحاد عالم اسلامی کے سید جمال الدین افغانی کی مانند زبردست علمبردار تھے انہوں نے اپنی شاعری سے برصغیر کے مسلمانوں کو متحد کیا اور انکو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جس کا نتیجہ آخر کار پاکستان کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر ۲۱

ان کی شاعری سے یہ تاثر عام ملتا ہے کہ وہ چاہتے تے کہ دنیا بھر کے تمام مسلمان رنگ ونسل، قومیت، علاقیت اور فرقہ واریت کو بھلا کر عالمگیر اسلامی اتحاد کی خاطر ایک مرکز پر جمع ہو جاہیں اور پور ی امت مسلمہ ایک جان دو قالب ہو جاہیں جس سے ان کی کھوئی ہوئی تمام عظمت رفتہ دوبارہ حاصل ہو جائے گی۔

بتان رنگ و خون کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی۲۲
غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں۲۳

امت مسلمہ کی بیداری کے لئے تو اقبال نے زیادہ تر شاعری کو اپنا یا ہے، مگر جب ان کی نثر کا بھی مطالعہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ انھوں نے اہل اسلام کی بیداری کے لئے ان کے مذہبی، اخلاقی، سیاسی اور اقتصادی افکار کی اصلاح و تنقیح کے لئے بھی خاص توجہ دی ہے۔ اس حوالے ان کی کتاب تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے نام سے دستیاب ہے۔ امت مسلمہ کے اتحاد کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔۲۴

بحالت موجود تو یہی معلوم ہوتا یہ کہ امم اسلامیہ میں ہر ایک کو اپنی ذات میں ڈوب جانا چاہیے۔انھیں چاہیے اپنی ساری توجہ اپنے آپ پر مرتکز کر دیں، حتی کہ ان سب میں اتنی طاقت پیدا ہو جائے کہ باہم مل کر اسلامی جمہوریتوں کی ایک برادری کی شکل اختیار کر لیں۔ حزب وطنی کے زعما ٹھیک کہتے ہیں کہ عالم اسلامی کا ایک حقیقی اور مؤثر اتحاد ایسا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آسان نہیں کہ محض ایک خلیفہ کے نمائشی تقرر سے وجود میں آ جائے۔ اس کا ظہور ہو گا تو آزاد اور خود مختار وحدتوں کی ایک ایسی کثرت میں جن کی نسلی رقابتوں کو ایک مشترک روحانی نصب العین نے توافق و تطابق سے بدل دیا ہو۔ میں تو کچھ ہونہی دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالی کی قدرت کامل کا شاید ہم مسلمانوں کو بتدریج سمجھا رہی ہے کہ اسلام نہ تو وطنیت ہے، نہ شہنشاہیت، بلکہ ایک انجمن اقوام جس نے ہمارے خود پیدا کردہ حدود اور نسلی امتیازات کو تسلیم کیا ہے تو محض سہولت تعارف کر لئے۔ اس لئے نہیں کہ اس کے ارکان اپنا اجتماعی مطمح نظر محدود کر لیں۔

اس بات میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ اقبال کی شاعری کا بیشتر حصہ اسلام اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو یاد کرنے اور اسے بحال کرنے کی شدید خواہش کا مظہر ہے۔ اسی لئے لیکن وہ ملت اسلامیہ کو اتحاد کا درس دیتے ہوئے کہتے ہیں

اپنی ملت پہ قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی۲۵

دریں اثنا اقبال کے تصور ملت کو سمجھنے کے لئے پہلے ہمیں ملت کے عناصر ترکیبی کو جاننا چاہیے۔ ان کے نزدیک حاکمیت بلا شرکت غیرے اللہ تعالی کی ہے۔

لیکن وہ ذات اور نسل پرستی کی قید سے بالا تر ہیں، یہ ان کے اتحاد امت کے فلسفہ ہی تھا کہ انہوں نے 1930 میں قیام پاکستان کی بنیاد بننے والے تاریخی خطبہ الہ آباد پیش کیا۔ اقبال نوجوانوں سے کبھی مایوس نہیں رہے بلکہ انہیں شاہین قرار دیتے رہے۔ اقبال کے اشعار میں ہمیں باہمی یگانگت اور مسلمانوں کے لئے ہمدردی کے جذبات کی چاشنی بھی ملتی ہے۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

دِیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارہ۲۶

ایک جگہ مسلم قوم کو نصیحت کرتے ہیں،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں۲۷

اسی طرح ضرب کلیم کی ایک نظم ،دام تہذیب، میں علامہ اقبال نے غم ملت کا بیان کچھ یوں کیا ہے:

جلتا ہے مگر شام وفلسطین پہ مرا دل
تدبیر سے کھلتا نہیں یہ عقد د شوار
ترکان جفا پیشہ کے پنجے سے نکل کر
بے چارے ہیں تہذیب کے پھندے میں گرفتار۲۸

یہاں یہ بات واضح ہے کہ ان کا یہ انداز حقیقت پسندانہ ہے۔ وہ ماضی کی مدح سرائی ہی نہیں کرتے، اس کا رشتہ حال کی صداقتوں سے بھی جوڑتے ہیں۔ وہ بتانا چاہتے ہیں کہ صرف ایسے ہی احساس کو پیکار اور پیکار کو انقلاب کی صورت دی جاسکتی ہے۔ وہ جب ملت کے درد میں ڈوب جاتے ہیں تو اس کیفیت کو بحضور سرور کونینﷺ بیان کرنے کا انداز بھی دل گداز ہوتا ہے۔

شیرازہ ہو ملت مرحوم کا ابتر
اب تو ہی بتا، تیرا مسلمان کدھر جائے
وہ لذت آشوب نہیں بحر عرب میں
پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفا ن کدھر جائے
اس راز کو اب فاش کرے اے روح محمدﷺ
آیات الٰہی کا نگہبان کدھر جائے۲۹

اقبال نے اپنے مضمون، جغرافیائی حدود اور مسلمان، میں مسلم امہ کی ملی ابتری اور انتشار کے اسباب کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یورپ اپنے نظریہ وطنیت سے اسلام کی وحدت دینی کو پارہ پارہ کر رہا ہے۔ مغربی سیاست نے جو جا ل بچھایا ہے اس کا نام وطن ہے۔ دین اور وطن کی آویزش میں وطن کے دو مفہوم ہیں۔ ایک مفہوم ہو ہے جو سند ارشاد نبویﷺ ہے اور دوسرا مفہوم وہ ہے جو گفتار سیاست نے اس لفظ دیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشاد نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے۳۰

اور گفتار سیاست کے دیے ہوئے مفہوم نے وطن کے لفظ کو ایک ایسا ضم بنا دیا کہ اس کی پوجا کرنے والے اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں۔

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اسکا ہے وہ مذہب کا کفن ہے۳۱

مغربی سیاست کا دوسرا روپ تہذیب نو ہے جو اپنے جلوے سے انتشار و افتراق پیدا کرتی ہے۔

اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اس سے
قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے۳۲

پاک ہے گرد وطن سے سر داماں تیرا
تو وہ یوسف ع ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا ۳۳

لیکن امت کے ایک تسلیم شدہ اصول کے باوجود دنیائے اسلام مملکتوں میں بٹی ہوئی ہے جس میں ہر مملکت اپنے سیاسی، سماجی، معاشی، تہذیبی، جغرافیائی تقاضے ہیں۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا کہ مملکتوں کے اس وجود کی کثرت کو تسلیم کرتے ہوئے بھی ہم وحدت کے رشتوں کو کس طرح استوار کریں۔ اقبال اپنے قاری کو تعمیر حرم کی طرف مائل اور متوجہ کرتے ہیں لیکن انکا اندازہ ناصحانہ ہے۔

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے انسان کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زبان ہو جا
یہ ہندی، وہ خراسانی، یہ افغانی وہ تورانی
تو اے شرمندہ ساحل اچھل کر بیکراں ہو جا
غبار آلود رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پر فشاں ہو جا۳۴

ایک مسلم امہ کی تشکیل کا خواب انہیں ہر دم بے قرار رکھتا ہے، اقبال اپنے ایک خط میں تحریر کرتے ہیں کہ، ایک سبق جو میں نے تاریخ اسلام سے سیکھا ہے، یہ ہے کہ صرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام تھا جس نے آڑے وقتوں میں مسلمانوں زندگی کو قائم رکھا نہ کہ مسلمان۔ اگر آج آپ اپنی نگاہیں پھر اسلام پر جما دیں اوراس کے حیات بخش خیال سے متاثر ہوں تو آ پ کی منتشر اور پراگندہ قوتیں از سر نو جمع ہو جاہیں گی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بصیرت رکھتے ہیں کہ، مغربی اور وسطی ایشیا کی مسلمان قومیں اگر متحد ہو گیئں تو بچ گی اور اگرا س اختلاف کا تصفیہ نہ ہو سکا تو ان کا اللہ حافظ ہے۔ میرا عقیدہ یہی کہ جب مسلمان میں اتحاد ہو گا تو دنیا ایک دفعہ پھر جلال اسلامی کا نظارہ دیکھ سکے گی۔

تاہم ان کے خیال میں آ ج کی مسلمان دنیا تہذیبی کشمکش میں بھی مبتلا ہے اور مغرب کا مؤثر ہتھیار اب بر تر تہذیب ہے۔ مسلمان اسلام یا اسلامی تہذیب کو متبادل کے طور پر سامنے لا ہی نہیں سکتے۔ معاشی خود کفالت، اپنی مٹی پہ چلنے کا سلیقہ، اپنی روایات سے محبت اور ان کی پاسداری، ایک نظریے، ایک عقیدے، ایک مرکز کے گرد اکٹھا کرنا ہی مسلم امہ کو باوقار مقام دلا سکتا ہے ور اقبال کے یہ اشعار اس سب کی تفسیر ہے:۔

مکے نے دیا خاک جینوا کو یہ پیغام
جمعیت اقوام کہ جمعیت آدم[۳۵]
اور یہ بھی یاد رکھیں کہ
وہ قوم نہیں لائق ہنگامۂ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے[۳۶]

مندرجہ بلا مثالوں سے ایک بات واضع ہو تی ہے کہ موضوعات کی وسعت اور فکر کی گہرائی کے باعث جدید مسلم مفکرین میں بلاشبہ بطور حوالہ کثرت اور اعتماد سے استعمال کیا جاتا ہے۔ علامہ مساوات اور ہم آہنگی پر مبنی ایک ایسے معاشرے کی تشکیل چاہتے ہیں جو نہ صرف اپنی ثقافتی، روحانی اور مذہبی اقدار سے مکمل آ گاہ ہو بلکہ زمانے کی رفتار اور تقاضوں کا بھی بھر پور ساتھ دے۔ اسی ضمن میں اقبال کی شاعری کا مطمع نظر مسلم امہ کی بیداری ہے۔ اگرچہ اقبال کی شاعری میں قوموں کے عروج زوال کے بارے میں متعدد بصیرت افروز نکات ملتے ہیں لیکن شاعری کا اصل مقصد ملت بیضا کی عظمت رفتہ کی بحالی ہے۔ انکا یہ ایما ن تھا کہ عشق مصطفیٰ ﷺ میں دین و دنیا کی فلاح ہے اور اسی جذبہ سے ملت بیضا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی عظمت رفتہ کو واپس لایا جا سکتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی ان کے قلب و روح کے لئے سامان راحت بنی رہی اور سفر زندگی میں ہر قدم پر اقبال ذات مصطفیٰ ﷺ ہی کو اپنا ہادی و راہنما تسلیم کرتے رہے۔

سالار کارواں ہے میر حجاز ﷺ اپنا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں اپنا۳۷

ملت اسلامیہ کو اس کے شاندار ماضی کا آئینہ دکھاتے ہوئے اقبال مسلمانوں کو اپنے ماضی پر فخر کرنے کا درس دیتے ہیں اور اس میں سے ان کی نشاۃ ثانیہ کیلئے راہیں تلاش کرتے ہیں۔

اس ضمن میں اقبال کا شکوہ مسلمانوں کی ماضی کی تصویر ہے اور عظمت رفتہ کا نشان ہے جبکہ جواب شکوہ میں اقبال نے عصر حاضر کے مسلمانوں کو جہاں اپنا چہرہ دیکھنے کے لئے آئینہ مہیا کیا وہاں اسے یہ بھی یقین دلایا کہ اگر وہ بے عملی کی کھائی سے نکل آئے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لے تو فرد اسی کا ہے۔اقبال بیداری امت میں اس رکاوٹ کو ایسے بیان کرتے ہیں،

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد ﷺ کا تمہیں پاس نہیں
امراء نشہ دولت میں ہیں ؛غافل ہم سے
زندہ ہے یہ ملت بیضاء غرباء کے دم سے
رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے
وضع میں تم ہو نصاری تو تمد ن میں ہوہنود
یہ مسلمان ہیں جنھیں دیکھ کر شرما ہیں یہود
یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغاں بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلماں بھی ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہر کوئی مست مئے ذوق تن آسانی ہے
تم مسلماں ہو! یہ انداز مسلمانی ہے
حیدری فقر ہے نہ دولت عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے
وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر۳۸

جواب شکوہ میں اقبال نہ صرف مستقبل کا لائحہ عمل دیتے ہیں بلکہ ایک راہ بھی متعین کرتے ہیں کہ امت کو کیا کرنا چاہیے؟ فرماتے ہیں

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے
کی محمد ﷺ سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں۳۹

ایک بات تو طے ہے کہ اقبال کے ہاں ملت اسلامیہ کا سب سے بڑا مسئلہ اس کی غلامی ہے کیونکہ باقی جتنے بھی مسائل تھے وہ صرف اس مسئلے کے حل ہونے میں ہی مضمر تھے۔ ان کے نزدیک غلامی ایک لعنت ہے اور اس سے نجات کیلئے وہ ملت اسلامیہ کو اس کے شاندار ماضی کی یاد دلاتے ہوئے آزادی اور حریت کا سبق دیتے نظر آتے ہیں۔

یورپ کی غلامی پہ رضا مند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے۴۰

اس طرح غلامی اور آزادی کا تجزیہ کرتے ہوئے اقبال نے کیا خوب کہا،

آزاد کا ہر لحظ پیغام ابدیت
محکوم کا ہر لحظ نئی مرگ مفاجات
آزاد کا اندیشہ حقیقت سے منور
محکوم اندیشہ گرفتار خرافات
محکوم کو پیروں کی کرامات کا سوتا
ہے بندہ آزاد خود ایک زندہ کرامات۴۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقبال اپنی بات کو آ گے بڑھاتے ہوئے مزید کہتے ہیں کہ کسی ایک شخص کے گناہ تو معاف ہو سکتے ہیں لیکن جب پوری قوم بے حمیتی پر ڈٹ جائے تو ان کیلئے کوئی چارہ نہیں۔

فطرت افراد سے اغماض توکر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف[۴۲]

امت مسلمہ کو خدا کا قانون کچھ اس انداز میں سمجھایا کہا اسی طرح

تقدیر کے قاضی کا یہ فتوی ہے ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات[۴۳]

ملت بیداری میں اقبال غلامی کی لعنت پر کڑھتے ہوئے مسلمانوں کی تساہل پسندی کو ان کا سب سے بڑا گناہ قرار دیتے ہیں اور تقدیر امم میں ملت اسلامیہ کو شمشیر بے نیام کرر کھنے کا درس دیتے ہوئے اسے اسکا شاندار ماضی یاد دلاتے ہیں کہ یہ ملت اسلامیہ ہی تھی جس نے قیصر و کسریٰ کے استبداد کو مٹایا۔

مٹایا قیصر و کسری کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا زور حیدر، فقر بوذر، صدق سلیمانی[۴۴]

اقبال کے نزدیک غلامی کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ کہ وہ بندہ مومن کو بندہ خدا نہیں بلکہ بندہ نفس و شیطان بنا دیتی ہے۔ نتیجتاً وہ توحید الٰہی کے حقیقی سبق کو بھلا بیٹھتا ہے۔ توحید کا حقیقی سبق یہ ہے بندہ اللہ تعالی کے سوا ہر طرح کے خوف سے آزاد ہو

قلندر جز دو حرف لاالہ کچھ نہیں جانتا
فقیہہ شہر قارون ہے لغت ہائے حجازی کا[۴۵]

اقبال کو یقین کامل تھا کہ لاالہ الا اللہ ہی وہ کلمہ ہے جو بندہ مومن کو غلامی سے نجات دلا سکتا ہے۔ اقبا ل کو یقین ہے کہ توحید سے ایک دن یہ چمن معمور ہو گا۔

شب گریزاں ہو گی جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے[۴۶]

اپنی شاعری کے ذریعے علامہ اقبال نہ صرف باطل طاقتوں کے خلاف کی جانے والی اپنی جد و جہد میں لوگوں کو وحدت و اتحاد کی دعوت دیا کرتے تھے بلکہ اپنے اہم اشعار میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انھوں نے ملت اسلامیہ کی وحدت کا تفصیلی جائزہ پیش کیا۔ اقبال نے اپنی قوم کا یہی درد تشخیص کیا تھا، ان کے نزدیک امت مسلمہ کا دینی تشخص نہیں ہے۔ اقبال کے اندر یہ احساس فقط برصغیر کے مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ پوری امت کے لیے موجود تھا۔ بلکہ بعض دانشوروں کے نزدیک اقبال درس سے نہیں بنے بلکہ درد سے بنے ہیں۔ جس درد نے یہ سارے نالے اقبال سے اگلوائے۔ یہ درد انکا درد ہ ہی تھا، جو ان کی یہ آرزو بنی کہ امت مسلمہ کو دوبارہ دینی تشخص مل جائے، انہوں نے وحدت امت پر زور دیا ہے ان کے اشعار میں جو وحدت کی خوشبو آتی ہے شاید وہ کسی اور کے اشعار میں نہیں ملتی۔

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد
وحدت کی حفاظت نہیں بے قوت بازو
آتی نہیں کچھ کا یہاں عقل خداد[۴۷]

وہ سمجھتے ہیں کہ جب تک کوئی قوم یا ملت متحد ہو کر رہتی ہے تب تک عزت مند، جرأت مند، محفوظ اور مستحکم ہے۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں[۴۸]

ایک بات تو طے ہے کہ قرآن اور سنت کی روشنی میں اسلامی اتحاد جیسے وسیع تاریخی، اجتماعی اور سیاسی موضوع پہ قلم اٹھانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ علامہ اقبال نے اپنے انداز فکر سے قوم و ملت کو نہ صرف بیدار کیا بلکہ اپنی شاعری سے وحدت و اتحاد کا درس بھی دیا جو کہ اسلامی اتحاد کی ضرورت تھی۔ اتحاد خدا کی ایسی مضبوط رسی ہے جس سے گمراہی اور تفرقہ کی ذلت سے نجات ملتی ہے، اسلامی اتحاد کی ضرورت بھی ہے کہ اس میں اسلام اور مسلمانوں کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔

وحدت امت کی ضرورت ہے کیونکہ اختلافات کے سبب کتنی قومیں برباد ہو گیئں اور آج بھی بہت سے اسلامی ممالک اور ملت اسلامیہ کے ہزاروں افراد استعماری اور استکباری طاقتوں کے ہاتھوں مظلوم اور بے قصور ہلاک ہورہے ہیں۔ وحدت امت کی ضرورت ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیونکہ مسلمانوں کی عزت، سربلندی، حاکمیت، کرامت، صرف کلمہ اتحاد میں ہی پوشیدہ ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دنیاوی نظام کی اصل اور حقیقی بنیاد وحدت و اتحاد ہے اور تفرقہ وا اختلاف ایک غیر حقیقی اورعارضی امر ہے۔

نتیجہ

اس مضمون میں کی گئی بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اقبال کا تصور وطنیت جدید مغربی تصورات سے مختلف بلکہ متضاد ہے۔ مغربی نظریات میں علاقے، رنگ، نسل اور زبان اکثر قوم کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ جبکہ اقبال کا منتخب کردہ نظریہ اسلام کی تعلیمات پر مبنی ہے جس میں تمام مسلمانوں کو اایک تشخص کی اکائی میں باندھ دیا گیا ہے۔ انکی مثال ایک دیوار کی سی ہے جہاں ہر اینٹ کی اپنی حیثیت اور اہمیت ہے۔ اگرچہ اقبال نے ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ایک الگ خطہ زمین کا خواب دیکھا لیکن اس خطے کی بنیادیں مسلمانوں کی اپنی شناخت، دینی خودی اور نظریہ اسلام پر رکھی گئی اور یہ خطہ ارضی باقی ماندہ مسلمانوں سے الگ نہیں بلکہ انکا ایک حصہ ہوتا ہے۔ جیسے ایک کل کا جز ہوتا ہے اور امت مسلمہ کی ایک مضبوط اینٹ ہوتی جو تمام عمارت کو مضبوط کرنے کا باعث ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اقبال نے ایک ایسے خطہ زمین کے لئے نظام متعارف کروایا کہ جہاں مسلمان اپن عظمت رفتہ کو دوہرا سکیں اور اپنی اصالت و اساس کی طرف لوٹ سکیں۔ اس کے لئے اقبال نے آزادی کا حصول اور غلامی سے نجات اور بعد میں نظام الٰہی کا نفاذ تجویز کیا۔

حوالہ جات

1۔ محمد صدیق قریشی، *اقبال ایک سیاستدان*، مقبول اکیڈمی لاہور، ص35

2۔ علامہ اقبال، *بانگ درا*، شیخ مبارک علی اینڈ سنز، لاہور، ، ص4

3۔ ایضاً" ص82

4۔ ایضاً" ص82

5- http://www.iqbal.com.pk/poetical-works/kuliyat-e-baqiyat-e-iqbal5

6۔ علامہ اقبال، *جاویدنامہ*، اقبال اکیڈمی، لاہور، ص166

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

7۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر6707

(accessed on 03/06/2017)/8http://meriurdu.com/khutba-hajjatul -wida-in-urdu8

9۔ القرآن، سورہ حجرات، آیت نمبر 13

10۔ البیرونی، کتاب الہند، بک ٹاک لاہور، 2011,ص13-14

11۔ علامہ اقبال، بانگ درا، شیخ مبارک علی اینڈ سنز، لاہور، 1939، ص173-74

12۔ خطبہ صدارت مسلم کانفرنس، منعقد لاہور، 1932، بحوالہ نقوش اقبال، ص280

13۔ القرآن، الحجرات، آیت13

14۔ ایس ۔اے۔رحمان، اقبال اور سوشلزم، ص38

15۔ القرآن، النساء، آیت 125

16۔ القرآن، آل عمران، آیت 95

17۔ غلام دستگیر شہاب، ترجمان رموز بیخودی، پر بھات پریس پونا، 1991، ص82

18۔ ایضاً" ص90

19۔ علامہ اقبال، بانگ درا، شیخ مبارک علی اینڈ سنز، لاہور، 1939، ص88

20۔ ایضاً، ص 172

21۔ ایضاً، ص301

22۔ ایضاً، ص 308

23۔ ایضاً، ص 309

Allama Iqbal, *The Reconstruction of Religious Thoughts in Islam,* P 1 68 24

25۔ علامہ اقبال، بانگ درا، شیخ مبارک علی اینڈ سنز، لاہور، 1939، ص279

26۔ علامہ اقبال، ارمغان حجاز، اقبال اکیڈمی لاہور، 2002, ص645

27۔ علامہ اقبال، بانگ درا، شیخ مبارک علی اینڈ سنز، لاہور، 1939، ص210

28۔ علامہ اقبال،ضرب کلیم، ص131

29۔ ایضاً، ص 41

30۔ علامہ اقبا ل، بانگ درا، شیخ مبارک علی اینڈ سنز، لاہور، 1939، ص174

31۔ ایضاً، ص173

32۔ ایضاً، ص174

33۔ ایضاً، ص 229

34۔ ایضاً، ص312

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

35۔ علامہ اقبال،*ضربِ کلیم*، ص 49

36۔ ایضاً، ص119

37۔ علامہ اقبال، *بانگِ درا*، شیخ مبارک علی اینڈ سنز، لاہور، 1939، ص173

38۔ ایضاً، ص 220-32

39۔ ایضاً، ص231

40۔ علامہ اقبال،*ضربِ کلیم*، ص 128

41۔ ایضاً، ص 67

42۔ ایضاً، ص 75

43۔ علامہ اقبال، *بالِ جبریل*، تاج کمپنی، لاہور، ,1935، ص 210

44۔ علامہ اقبال، *بانگِ درا*، شیخ مبارک علی اینڈ سنز، لاہور، 1939، ص308

45۔ علامہ اقبال، *بالِ جبریل*، تاج کمپنی، لاہور، 1935، ص50

46۔ علامہ اقبال، *بانگِ درا*، شیخ مبارک علی اینڈ سنز، لاہور، 1939، ص216

47۔ علامہ اقبال،*ضربِ کلیم*، ص30

48۔ علامہ اقبال، *بانگِ درا*، شیخ مبارک علی اینڈ سنز، لاہور، 1939، ص210

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com